

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصلاح

نمبر ۱۰۰ | ابست ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ | جلد ۲۴

کیا تقیہ دروغ کا مراد ہے

راستی موجب صداقت خداست

کس نذیم کہ گم شد از رہ راست

اس مسئلے کے جواب دینے کیلئے اسکی ضرورت ہے کہ فطرت خلوقات پر غور کیا اور فطرت انسان پر
خصوصاً غور کیا جائے کہ بعض جانوروں کا اندہ اور غور خواہ پیدا کئے گئے ہیں جو ہم وقت اپنے سے
کوڑا جانوروں کو ہلاک کرنے پر آمادہ و کوثران رہتے ہیں۔ اور طرح طرح کی تدبیریں اپنے
حفاظت کرتے ہیں اگر عقل فطرت کی طرف سے انکو ہوتی تو غذا سے درندگان ہو کر
انکی جنس کی جنس نیست و نابود ہو جاتی مثلاً اگر شیر ہرن کے درپے و فطرت نے ہرن کو اسے
شیر پالون سے پہلے ہرن کے مثل پرندوں کے اوڑھتا ہوا اپنے دشمن سے فرار کرتا ہے بعض جانور
اسیے ہیں کہ جنہیں فرار کی قوت ایسی نہیں ہے۔ لیکن جب اپنے دشمن کے پیچھے ہیں آجلتے
ہیں تو مثل مردار کے بڑھاتے ہیں اور ان کا دشمن انکو مردار سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے چنانچہ اسی پرند
کو دیکھ کر بعض انسان نے بھی ایسی حالت میں اپنے کو مثل مردار کے زمین پر ڈال دیا اور
یہ کچھ سے اپنی جان بچا لی ہو۔ بہت کچھ سے ایسے دیکھے جاتے ہیں کہ جہاں کسی غیر چیز کی حرکت
محسوس کی مثل مردار کے اپنے بال پر کو تھوڑ کر پڑ جاتے ہیں یا ترکیب جانوروں کی طرف سے
صرف آزاد گاہی نہیں ہیں بلکہ بعض خلوقات کو فطرت نے خود ویراست کیا ہے

مثلاً بعض تیلی کے بال دیر کو یا درخت کے پتوں کے مثل بنایا ہے کہ اوسکے دشمن برک
و نباتات جھکراؤ کو چھوڑ دیتے ہیں فطرت نے اپنی کارستانیوں کو جانوروں ہی تک نہیں ختم کیا
بلکہ بعض نباتات کو بھی اپنے حفاظت کی ترکیب بتائی جو مثال کیلئے چھوٹی مونی جسکو
جانور بھی کہتے ہیں دیکھئے کہ جہاں کسی چیز کی حرکت لگی کہ گل پیٹے و شلخ اوسکی مرچھا کر شل
سوکھی گھاس کے ہو جاتے ہیں تاکہ کوئی چرند اوسکے ترقاہ پہ نہ کود دیکھ کر کھا جائے۔ اس میں
شک نہیں کہ یہ گل مثالیں ایک جنس کی دوسری جنس کے ساتھ ہیں لیکن جب انسان
مخلوق ہوا اور خداوند عالم اوسکے ہار میں فرمایا۔ *و قلنا اذهبوا بعصاکم لیعض عدو*
ولکم متاع فی الاصلن مستقر و متاع الی احین یعنی چمکے کہ تم زمین پر اتر پڑو تم میں سے
ایک کا ایک دشمن ہوگا۔ اور زمین میں تمہارے لئے ایک خاص وقت تک ٹھہراؤ و دھکا تا ہی
تو یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ وہ
عمل کیا جو ایک جانور دوسرے جانور کے ساتھ کرتے ہیں۔ کوئی تو درندہ دیموڑھی بن گیا۔ کوئی
اپنے دشمنوں سے بچنے کیلئے شل جانوروں کے ترکیب میں سو پھنسے لگا اگر ایک شخص کسی کا مال
لوٹنے آوے تو دوسرا اپنے مال کو زمین میں دفن کر کے اوسکے حفاظت کی فکر میں کی
بلکہ کسی نے کسی کے قتل کا ارادہ کیا تو دوسرے نے انتقام اختیار کیا فرار کر گیا۔ یہ بھیس بدھ
اپنے دشمن کے ہاتھ سے جان بچالی۔ یہ اوس وقت تک تھا جب تک کہ انسان میں تمدن
نہیں پیدا ہوا تھا اور ہر فرد اپنی اپنی فکر میں حیران و پریشان تھا لیکن جب انتظام قائم ہوا
تو بعض اسلئے کہ مظلوم ہی ہمیشہ اسے حفاظت کی فکر میں پریشان رہے ظالموں کو بھی
روک تھام کی فکر کی گئی اور ہر جرم کی اوسکی سنگینی کے مطابق سزا قائم کی گئی تاکہ سزا کے
ذریعہ ظالم اپنے لادوں سے لاتین اور مظلوم اپنی حفاظت میں باسانی کا مہیا بن
اس میں شک نہیں کہ اس سے عموماً انسان کو فروع الہامی اور آسودگی حاصل ہوتی لیکن
ظلم کے ارادہ کرنے والوں نے سزا کے مقابلہ میں اپنی ہمتوں کو سیت ہونا دیکھ کر خود اس قانون
پر اعتراض کرنے لگے کہ یہ کیسے انسان ہیں کہ اپنے بھائی کو کبھی قتل کرتے ہیں کبھی ان کا ہاتھ
کاٹتے ہیں کبھی اونپر درے ڈالتا یا لٹکاتے ہیں کبھی اودکو قید کرتے ہیں اور پھر دعویٰ اصلاح

وہ ہمدردی کا کرتے ہیں۔ یہ قول میرا خیالی و توہمی نہیں ہے بلکہ واقعہ ہے کہ جب جناب
 امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے یحییٰ بن مسرقہ کے ایک سلمان کا ہاتھ کاٹا تو وہ
 دعا دیتا ہوا اور حضرت کی تعریف کرتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ ایک برہم گندہ شریعت نے اعتراض
 کیا کہ اسے تو کیسا ہے کہ جس شخص نے تیرا ہاتھ قطع کیا اس کی تو تعریفیں کرتا اور عافیت دیتا
 اس مومن نے جواب دیا کہ میں علیؑ کی کوئی تعریف نہ کروں کہ حضرت نے دنیا میں سزا
 دیکر عذاب نار سے بچا لیا۔ یہی فرق ہے درمیان پابند شریعت اور آزاد شریعت کے۔ پابند
 شریعت اصولاً قتل قطع یدین۔ دُرہ زردنی۔ اسیری کو جائز کرتے ہیں لیکن برہم گندہ
 شریعت جو کسی اصول و شریعت کے پابند نہیں ہیں۔ اعتراض کرتے ہیں کہ کیسی سزا
 ہے۔ حالانکہ خود اپنے ارادوں کے حاصل کرنے میں قتل سے پرہیز کرتے ہیں نہ قطع اعضا
 و جوارح سے باز آتے ہیں اور جب اون سے کہا جاتا ہے کہ فساد نہ کرو تو مصداق اس آیت
 کے بنتے ہیں **وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِی الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ** لا
أَنفَعُ هُمُ الْمَفْسِدُونَ فلا کن لا تشعرون۔ یعنی جب اون سے کہا جاتا ہے کہ ملک میں
 فساد نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرتے ہیں۔ خبردار ہو جاؤ بیشک
 یہی لوگ فساد ہی میں لیکن سمجھتے نہیں۔ ان کے اعتراض کا طلب تو صرف یہی ہے کہ لابل
 شریعت شہر مار قضا ص کو موقوف کر دیں اور غیر وہ جو جاہل بے خطر کریں لیکن عاقل اسکو
 کبھی گوارا نہیں کر سکتا اور ایسا اعتراض کو کھسائی بی کھیا پھوڑی سے زیادہ وقعت نہیں
 کرتے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ قضا ص ہی کا ڈر ہے جس سے فی الجملہ مظلوموں کیلئے
 ایک آڑ ہے لیکن عاقل کا قول ہے کہ **مُحْلَجٌ** واقعہ قبل از وقوع باید کرد۔ لہذا پس
 ہر شخص کو واجب ہے کہ خود اپنی حفاظت حتی الوسع کرے اسی لئے انسان اپنی چیزوں
 کی حفاظت کرتے ہیں کہیں پوشیدہ کر کے کہیں ہتھیاروں سے حملہ کنندہ گواہ رکھتے
 ہیں اس عمل کو کوئی عاقل قابل اعتراض نہیں کہہ سکتا۔ مگر کوئی شخص اگر جنگل کی
 راہ میں ڈاکو رہتے ہوں جاتا ہوا اور اپنے مال کو چھپا کر لیجائے تو ڈاکو البتہ کہہ سکتا
 ہے کہ اسکی سہی نہیں کہاں چھپا کر رکھ لے گئے ایسی بزدلی شرمناک ہے۔ لیکن کوئی

عاقل یا انصاف پسند یہ نہیں کہہ سکتا کہ مالدار کو چاہیے تھا کہ با ستم ترین اپنے مال کو اچھا لٹا
اور اعلان کرتا ہوا جاتا۔ تاکہ جنگل میں لٹ جاوے۔ وہ یہ کچھ جس سے انسان نے مزدور
بخر اپنی جان بچالی اعتراف کر سکتا ہے کہ یہ انسان وہ ہو کہہ باز تھا لیکن عاقل اوس شخص پر
کوئی عیب نہیں لگا سکتا بھوٹی بکری کچالو کے مرجھانے پر اعتراف کر سکتی ہے کہ سوکھی
کھاس بن کر میری غذا ہونے سے بچ گئی لیکن عاقل اوس خالق کی حمد و ثنا کرتے ہیں جس نے
بجاوین ایسی جس و حرکت و دلچسپی فرمائی ہے۔ جس خالق نے ادنیٰ اونی مخلوقات کو
اوس کے دشمنوں سے بچنے کیلئے ترکیبیں بتائی وہ انسان کو کب چھوٹ دیتا کہ ہر بلا انسان تمام
وہاں ہوں۔ اونکو بھی اپنے بچنے کی ترکیبیں اکثر موقع پر تعلیم کی ہے چنانچہ یاد فرمائیے کہ جب
فرعون کو معلوم ہوا اس سال ایک لڑکا پیدا ہوگا کہ جو اس کی سلطنت کو درہم و برہم کرے گا تو حاملہ
عہد قون کے کل کو ساقط کر انکی فکر میں پڑا اور ہزار ہا عمل صنایع کر دیا لیکن حضرت موسیٰ کی
والدہ گرامی نے اپنے راز کو پوشیدہ رکھا اور جب ولادت ہوئی تو خلاق عالم نے تعلیم
فرمایا کہ اونکو ایک مستحق میں رکھ کر دریا میں بہا دین اور جب وہ لڑکا فرعون کے محل میں
داخل ہو گیا تو خدا نے اونکی مان کو دائی کے بھیس میں دہان پھونچا یا۔ فرعون البتہ کہہ سکتا
ہے اور الزام دے سکتا ہے کہ اونکی مان نے وہو کہہ سے اپنے گل کو بچا یا اور حضرت
موسیٰ کو خطہ اوسی کے محل میں پرورش کیا لیکن کوئی عاقل اس عمل کو مہجوب نہیں بنا سکتا
اور اللہ تو ایسے ہی لوگوں کے مقابلہ میں فرماتا ہے۔ **وَإِذْ يَكْبُرُ ابْنُ الْمَرْثِ كَفَرًا** **وَإِذْ يَتْلُو**
وَأُفْقِدُوا **وَأُفْقِدُوا** **وَأُفْقِدُوا** **وَأُفْقِدُوا** **وَأُفْقِدُوا** **وَأُفْقِدُوا** **وَأُفْقِدُوا** **وَأُفْقِدُوا** **وَأُفْقِدُوا**
تم سے فریب کر رہے تھے کہ غرق کر لین یا تم کو مار ڈالیں یا تمہیں گھر سے نکال باہر کریں وہ
تو تہہ تیہ کر رہے تھے اور خدا اوس کے خلاف تدبیر کر رہا تھا اور خدا تو سب تدبیر کر رہا اعلان
سے بہتر ہے۔

اس آیت کریمہ میں اوس تدبیر کی طرف اشارہ ہے جس کے ذریعہ سے یہوذا اپنے شب
بجرت اپنی جان بچائی وہ داود ہوں ہے کہ قریش کے ہر قبیلہ میں سے ایک ایک شخص
سے لے کر ہار ش کی اور یہوذا اس کے گھر کو گھیر لیا کہ سب ملکر ان کو قتل کر ڈالیں تاکہ کسی کو خون

لینے میں کل قبیلوں سے مقابلہ کر چکی جیسے بڑے۔ جب خدا نے یہ دیکھا تو سوچا کہ لوگو! تم کو
 کہ اپنے بھائی علیؑ کو اپنے بستر پر سلام دینا کہ کفار بھیجیں کہ حضرت ہی سورہ ہے جن اور خود
 وہ ان سے ہجرت کر جائیں۔ اس ترکیب سے جان بچنے پر وہ کفار اللہ اعتراف کر سکتے ہیں لیکن
 خدا اس ترکیب کے سکھانے کا رسول خدا پر احسان چلا رہا ہے اور حضرت علیؑ جنہوں نے اس
 ترکیب میں رسول خدا کا ساتھ دیا انکی اس طرح تعریف فرما رہا ہے ومن الناس من
 ایشی دفتہ ابتغاء مرضات الله والله رؤف بالعباد۔ لوگوں میں سے
 (کچھ خدا کے بندے) ایسے بھی ہیں جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی جان
 تک بچھا لیتے ہیں اور خدا اپنے بند و پیروں پر شفقت والا ہے عرض تقریر بالاسے یہ امر
 مثل روز روشن کے واضح ہے کہ طفیل تعلیم خلاق عالم نباتات حیوانات اور انبیاء
 مرسل ایسی کہیں عمل میں لائے ہیں جن سے ان کے دشمنوں نے دھوکھا کھایا اور خود اپنی
 حفاظت کی ابتدا ایسا نکل قیاس نہیں ہو سکتا بلکہ خود خداوند عالم انکی تعریف فرماتا ہے
 اور اپنا احسان دھرتا ہے۔

جب عماد دشمن کی غلط فہمی کا باعث ہوتا تو مومنین سے تو قولا دشمن کے دل میں غلط
 فہمی پیدا کرنا کیونکر لائق الزام ہو سکتا ہے چنانچہ قصہ حضرت ابراہیمؑ جب آپ نے
 بتوں کو توڑا ہے تو بہر مستوان نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نے ایسا کیا ہے او سکے
 جواب میں حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ اوس بڑے بت سے بڑا ہے اوس سے دریافت
 کرو جس کا ذکر قرآن پاک میں یوں ہے۔ قالوا انت فعلت هذا ابا لہتنا ابراہیم
 قال بل بعد کبر هو هذا افسد علو سوان کا موازنہ طہوت یعنی اذھون نے
 پوچھا ابراہیمؑ کیا نے میرے دیوتاؤں کے ساتھ ایسا کیا ہے ابراہیمؑ نے کہا نہیں یہ کام
 اوس کے بڑے بت سے کیا ہے اگر وہ بتوں تو اون سے پوچھ لو۔ ایسے خلاف جواب ہے
 حضرت ابراہیمؑ کا دو مطلب تھا تو اون ظلم کی تائید جس کا ذکر حضرت کو اون کافروں سے تھا
 دوسرے انکی ہدایت تاکہ اپنے بتوں کی عجوبہ کی مشاہدہ کریں کہ وہ کلام تک نہیں کر سکتے
 اور انکے خالق جبار کی قدرت کاملہ کو نہ سمجھیں کہ حضرت ابراہیمؑ کو اونکے ظلم سے روک رہا تھا

اگر صاف صاف اول ہی سوال پر مطابق واقعہ قرار کر دیتے کہ ہاں ہم نے توڑا ہے تو اس میں شک نہیں کہ اللہ اونکے ظلم سے ویسے ہی بچاتا جیسا کہ بچایا لیکن کفار کو اپنے بتوں کی سبکی پر غور کرنے اور ہدایت پانے کا موقع نہ ملتا۔ صرف اس موقع کے حاصل کرنے کیلئے حضرت ابراہیم نے خلاف واقعہ اپنے فعل کو بت کی طرف منسوب کیا۔ پھر فقہانہ نظر کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ نے جناب یوحنا و یونس کو اس گاؤں کی ہدایت کیلئے بھیجا تو اون دونوں کو قید کر لیا بعدہ حضرت شمعون کو اونکی مدد کیلئے بھیجا تو حضرت شمعون نے خیال کیا کہ اگر صاف صاف حضرت یوحنا و یونس کے طرفدار بنکر آتے ہیں تو خود بھی گرفتار ہو جاتے ہیں لہذا تو یہ تیر فرمایا کہ میں یہاں اس واسطے آیا ہوں کہ بادشاہ کے خدا کی پیش کروں حضرت کے اس قول سے کفار کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ حضرت اونکے بت کو پوجنا چاہتے ہیں چنانچہ اونکو بت خانہ میں جاسکی اجازت ملی وہاں پھونچ کر حضرت یوحنا و یونس کو بلانے کی مذہب تملائی اور یہ تعلیم کیا کہ انہی شناسائی کو بادشاہ کے سامنے پوشیدہ رکھیں اور جب بادشاہ کے سامنے لائے گئے تو خود بھی اونکے ساتھ اجنبی کا بتاؤ کر کے خلاف واقعہ یہ ظاہر کیا کہ یہاں میں ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے ہمراہی وہم مشرب ہونا کیسا۔ اس ترکیب سے حضرت یوحنا و یونس کو اس کا موقع دلوا دیا کہ بادشاہ پر قدرت خدا سے وہ جد و جد ظاہر کریں تاکہ اونکی ہدایت ہو اور خود نکاحات پاویں چنانچہ اس قصہ کا اشارہ آیت قبل میں ہے واضرب لہم مثلاً اصحاب القرية اذ جاءہا المؤمنون اذ ارسلنا الیہم اشہار فکلن بوجہا فعززنہنا ہالث فقالوا اننا الیکم رسولون۔ یعنی (اسے موصول، تم ان سے) مثال کے طور پر ایک گاؤں (انطاکیہ) کا قصہ بیان کرو کہ جب وہاں ہمارے پیغمبر آئے اس طرح کہ جب ہم نے اونکے پاس دو پیغمبر (یوحنا و یونس) بھیجے تو ان لوگوں نے دونوں کو جھٹلایا تب بنے ایک تیسرے پیغمبر (شمعون) سے اونکی مدد کی تو ان لوگوں نے کہا کہ ہلوگ خدا کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔

غرض ایسی مثالیں قرآن میں دہرے دہرے اور نبیوں کے حالات کی میرے کہیں بہت مل سکتی ہیں لیکن جو مکمل ہوگئی اپنی اپنی زندگی میں ایک دو مرتبہ ایسے مختصر میں پڑے کہ اپنے

حفاظت کو غلط فہمی میں ڈالنے پر مجبور ہوئے۔ مگر ایسی کوئی مثال نظر نہیں آتی کہ وہ
 صدیوں مظلوم اور تہ تیغ بوجہ اپنی قومیت کے رہی ہو۔ لہذا دوسروں کو اس کی ضرورت
 نہ تھی کہ اپنے دشمنوں کو غلط فہمی میں ڈال کر اونکی ہدایت اور اپنی نجات سکھاتے ہوں کہ
 کوئی اصول اور قاعدہ مقرر کر کے اصول و قاعدہ ساز و دارمرون کیلئے نہیں ہو سکتے
 لیکن جو امر کہ برابر واقع مقام ہے اور ہمیشہ انسان کو اس معاملہ میں پرتا پرتا سب
 اوسکے لئے قاعدہ اور اصول قائم کر نیکی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ جب انسان زندگی
 اور خوشخواری اختیار کر کے خود اپنے جنس کو قتل و غارت کرے لگاؤ النفس بالنفس کا
 اصول قائم ہو واجب حب مال میں پڑ کر سر قری طرف مال ہوئے تو دست بردن کی سزا
 مقرر ہوئی اور ذرہ زدنی اور سنگساری کی سزا قائم ہوئی جب شہادت نیامد راعب ہوئے تو ذرہ
 زدنی اور سنگساری کی سزا قائم ہوئی وغیرہ وغیرہ لہذا جب سلاطین بنی امیہ و عباس نے
 سادات بنی فاطمہ اور اولاد بنی فاطمہ کو بوجہ اونکے بنی ہاشم ہونیکے اور دوسروں کو
 بوجہ اونکی رفاقت کے جن جن کرتہ تیغ لایا اور دن میں جنونا شروع کیا اور صدیوں یہ
 برتاؤ ان لوگوں کے ساتھ جاری رکھا تو بقائے نسل بنی ہاشم اور اونکے تابعین کے لئے
 ضرور ہوا کہ یہ حضرات اپنی حفاظت کی چارہ جوئی کریں اور اوسکے لئے اصول و قاعدہ
 مقرر کریں۔ اور اول اول جو چارہ جوئی کی گئی کہ درگاہ ایزدی میں درخواست کی گئی
 کہ بنی ہاشم کے پیشانیوں سے رگ ہاشمی اور بغلوں سے خوشبو نازل کر کے اونکو مثل عوام
 کے بناویا جائے تاکہ ان علامات سے پہچان کر اونکو قتل و غارت نہ کیا جائے اور ان کی
 جان اور بنی ہاشم کی نسل سے دنیا خالی نہ ہو جائے۔ خداوند عالم نے جیسا کہ حضرت عیسیٰ
 کے مشکل ایک یہود کو بنا کر حضرت عیسیٰ کی جان بچالی اوسی طور سے بنی ہاشم کی
 علامتوں کو غلط کر کے اون کی پہچان کو مخور کیا۔ اب دشمنوں کی گھات پوچھ کھوت پر
 موقوف ہوئی اوس کیلئے ان حضرات نے اپنی قومیت کو اور ان کے طرفداروں نے
 انکی محبت کو چھپانا شروع کیا جیسا کہ حضرت شمعون نے حضرت عیسیٰ کی طرف سے اپنا مل
 ہونا چھپایا اور حضرت یوحنا و یونس نے انکی رفاقت کو چھپایا۔ یا جیسا کہ ایک مالدار نے ایک

یہاں تک کہ بنی ہاشم کی رفاقت کو چھپایا

دوست سے گھر کے وقت اپنی مالداری کو پوشیدہ رکھا۔ اگر ڈاکو غلام مالدار پر اخفا کا
الزام لگا سکتا ہے تو بیشک سلاطین بنی امیہ و بنی عباس بنی ہاشم اور اوس کے تابعین پر او کی
قوت کے اخفا کا الزام لگا کر تقیہ کو معیوب بنا سکتے ہیں۔ لیکن یہ الزام ویسا ہی ہو گا جیسا کہ
اوپر عرض کر چکا ہوں کہ ایکس برہم کنندہ شہرحت پابند شریعت پر الزام لگا سکتا ہے کہ وہ غمخون
قتل قلع و عین - درہ زونی - اسیری اصول و فرائض کی اور اوس کے لئے قاعدے بنا چکے ہیں
لیکن ایسے لغو اعتراض کی دوسرے نہ کوئی قتل و قضا کے قانون کو نسخ کر چکی رائے
دیگا اور نہ تقیہ کا اصول قاعدہ قائم کرنے پر بنی امیہ و بنی عباس اور اوس کے تابعین کے
الزام کے ڈر سے قانون تقیہ نسخ ہو سکتا ہے اس الزام کی مثال اوس گذشتہ حکمرانی
کی ہو گی جو لاکھ لاکھ الزام دے کہ سوکھی گھاس شکار و کی غذا ہونے سے بچ گئی و سی یہ لوگ کف
افسوس۔ ملنے اور کذب حسرت کا شے ہیں کہ اولاد بنی ہاشم اور اوس کے رفقا تقیہ کے ذریعہ سے
دنیا میں کون بچ گئے۔ حال انکے جب خود نو قلع ملا ہے تو نہ قتل ناحق سے رو بچ گیا ہے اور
مخلاف قاعدہ درہ لگانے سے باز آئے ہیں اور نہ کذب صریح سے پرہیز کیا ہے بلکہ خود
و رسول کی نافرمانی کرنے سے بھی نہیں شرمائے چنانچہ رسول خدا مرض الموت میں مبتلا تھے
تو حضرت ابو بکر و عمر کو اسامہ کی ماتحتی میں ہمشام پر شانیکا حکم صادر فرمایا تاکہ مدینہ سے دور ہیں اور
بعد وفات حضرت کائنات خلافت میں بیکسیر نہ پیدا کریں۔ لیکن لعنت خدا سنا قبول کیا اور
مدینہ نہ چھوڑا جسے بارہین شاہ عبدالعزیز دہلوی فرماتے ہیں کہ محبت رسول خدا میں نے ان
اصحاب کو مفارقت کی اجازت نہ دی، لیکن جب رسول خدا کی وفات ہو گئی اور سقیفہ بنی ساء
میں خلافت تقسیم ہونے لگی تو رسول خدا کی محبت کو بھولا دیا اور اپنے محبوب کے آخری دیدار
و کبیر و کینین کو بھی یاد نہ رکھا۔ اور خلافت کی تلاش میں دوڑ گئے۔

جب حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے اور حضرت علیؑ نے اپنا حق ظاہر کیا تو یوں بات بنادی کہ یا علی
ہم نہیں چاہتے تھے کہ آپ خواہش مند ہیں درہ میں اس عہدہ کو نہیں قبول کرتا۔ اور یہ سنا
کی کہ جب مسلمانوں نے او کی بیعت کر لی ہے تو حضرت بھی قبول فرمایا لیکن جب خود دوست
کے قریب پہنچے تو اس قول و قرار کو بھول گئے اور سنا کہ ہم نے اپنے

لکھ دیا۔ جب حضرت عمر قتل ہوئے اور حضرت عثمان کو خلافت ملی تو چونکہ یہ لوگ ایک ہی مصلیٰ کے
 پچھے بیٹھے تھے اور انکے قاتل کی پوچھ کھوج بھی نہ کیا حالانکہ النفس بالنفس قرآن کہتا ہو رہی ہے
 حضرت جن کہ جنھوں نے ابن مسعود کو خلاف شریعت وقاعدہ اس جرم پر ذرہ لگا لگائے کہ اوھوں
 نے اپنے قرآن کو جلایا ہے۔ نہ دیا حالانکہ یہ قرآن وہ تھا کہ جب کو اوھوں نے رسول خدا ہی کے
 وقت میں جمع کیا تھا اور نہایت عزیز رکھتے تھے۔ حضرت عثمان ہی نے ابوذر غفاری ایسے
 جلیل القدر صحابی کو ناحق جلا وطن کیا۔ پھر جب حضرت عثمان قتل ہوئے اور اپنے جرم سے
 خلافت ماہر گئی اور حضرت علی ہوئے تو کیا ہوا امن و چین جاتا رہا۔ درندگی ظاہر ہو گئی۔
 اور حضرت عثمان کے خون بہا کے حیلہ سے اسلامی دنیا میں خلفشار مچا دیا۔ اور جب آخر کار
 حضرت نماز میں شہید ہوئے تو انھوں میں ٹھنڈک پڑی اور انکے خون بہا کا تلاش کرنے والا
 کوئی نہ نکلا۔ حضرت امام حسن کے شہادت کو اپنی خلافت کی استواری سمجھ کر خون بہا کا تذکرہ
 بھی نہ کیا۔ بعدہ بر ملا دن دھاڑے حسین کو مع بائیس عزیز اور عباس رفقا جن کا مثل و نظیر
 دنیا میں نہ تھا ذبح کر ڈالا اور باوجود بار بار رسول کے کہ ہلو گون کو کس جرم پر قتل کرتے ہو
 کیا شریعت مجرمی کو بدلہ دیا ہے۔ کیا حرام کو حلال کر دیا ہے۔ کیا کسی کو قتل ناحق کیا ہے
 جسکے عوض میں بکھو قتل کرتے ہو لیکن کوئی جرم غریبوں کا نہ بتلایا گیا اور بیگناہ بیکس و بیچارہ کے
 شہید کر ڈالا۔ اور عوض خون بہا طلب کر نیکی لاشوں کے ساتھ بے ادبی کے مرتکب ہو
 پھر کیا تھا انکے اولاد و اتباع کی تنگی پر زمانہ اسٹڈ پڑا۔ کوئی درندہ اور خونخوار جانور کسی
 وحش و بیوقوف کے درپے اس طرح نہیں ہوتا جیسا کہ بنی امیہ و بنی عباس انکے درپے
 ہوتے۔ لہذا انکے ہادیوں کو ضرور ہوا کہ قانون تقیہ کا اصول وقاعدہ قائم کریں۔ جسکے
 ذریعہ سے وہ اپنی جان کی حفاظت کریں اور افراط و تفریط میں پڑ کر کذب صریح اور
 فریب سے محفوظ رہیں جیسا کہ اہل خلاف مبتلا ہوئے چنانچہ بنی امیہ و بنی عباس کے
 تابعین کو اپنے پیشوایان کا طرز عمل بے رولیت و قافیہ دیکھ کر کسی طور سے کوئی اصول
 قائم کرنا محال معلوم ہوا۔ اور یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ جو کام انکے لئے نفع بخش ہو وہ تو
 صحیح باقی غلط یا یوں سمجھئے کہ جسکی لاشی اوسکی بھینس بلا حیلہ فرمائیے کہ تقیہ میں کیسا

اجماع تھا صرف چند قریب اور انصار تھے بنی ہاشم، کل غائب اور اس اجماع کی خلاف ورزی کو بغاوت کہہ کر خاندان کے خاندان کو قتل کر ڈالا بلکہ قبیلہ کے قبیلہ کو۔ لیکن جب اس زیادہ اجماع جس میں حجاز، یمن، شام، مصر وغیرہ کے مسلمان شریک تھے اور بنی ہاشم کی شرکت بھی بتلائی جاتی تو اس اجماع کے حکم کو جس سے حضرت عثمان قتل ہوئے غلط کہہ دیا اور اس مجمع کو باغی۔ اور اس اجماع کے حکم کے جاری کرنے والیوں پر قصاص قائم کر دیا کیونکہ کوشش کی گئی۔ اور اس سے بھی زیادہ تر بڑے اجماع میں حضرت علیؑ کو خلیفہ مقرر کیا تو اس سے عدول کر گئے۔ اوس کے بعد امام حسینؑ کو شہید کیا اور انہیں رو دہیختے ہیں اور امام کہتے ہیں منصور ملک کو قابل قتل سمجھ کر دار پر بیٹھتے ہیں اور پھر ولی کہتے ہیں غرض یہ سیدھی اولیٰ منطق اور لو کہان لچائی گئی اس کا خدا ہی حافظ ہے۔ لیکن شکر ہے اور ہزار شکر کہ چار سو پیشوایان نے کوئی ایسا فعل نہیں کیا جس کے سلسلے ہمارے ہمارے بیان ہو یا پڑے اور صرف اپنے فعل ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہمارے لئے اصول مستحکم قائم فرما دیا۔ زمین شکر نہیں کہ قیہ اور دروغ دونوں خلاف واقع امر کو ظاہر کرتے ہیں لیکن دروغ اور سکو کہتے ہیں جو خلاف واقع بیان جالب تفع۔ خصوصاً تفع تاحق یا اپنے مخاطب کو نقصان رسائی کیلئے ہو۔ اور قیہ اس خلاف واقع بیان و اظہار کو کہتے ہیں جس کا منشا احقاق حق۔ اور تشاع ظلم و ہدایت ہو۔ جیسا کہ قبل کی تقریر میں بیان کیا گیا۔ اور جس کا ثبوت خود قرآن پاک میں موجود ہے۔

لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرُونَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ أَلَا ان تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ ذِكْرًا وَاللَّهُ نَفْسَهُ دَالِي الْمَصِيرَةِ يَنْبَغِي مُؤْمِنِينَ مُؤْمِنِينَ كَوْجُوْكَرْ كَفَرُونَ كَوَانَا سِرْ سِرْتِ نَهْنَانِ اور جو ایسا کرے گا تو خدا سے کچھ سزا کا نہیں۔ مگر اس قسم کی تدبیروں سے کسی طرح ان کے شر سے بچنا یا ہر تلافی اور خدا کو اپنے ہی سے ڈرانا ہے اور خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ پھر دوسری جگہ قرآن میں آتا ہے مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ لَا مَنْ لَمْ يَكُفِّرْ قَلْبَهُ مَصْرُوتٌ بِالْإِيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَيُضِلُّهُمُ عَنْ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

و لیسہ عذاب عظیم یعنی اور جسے بعد ایمان لائے کفر کا کلمہ خوشی خوشی سینہ کھول کر کہا
اونہیں کے اوپر اللہ کا غضب ہو اور ان کے لئے بڑا سخت عذاب ہے۔ باشتادادوں لوگ
جو مجبور کئے جائیں ایسا کرنے پر اور ول اون کا ایمان کی طرف سے مطمئن ہو۔

اس آیت وافی ہایہ میں حضرت عمارؓ کے قصہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ کفار نے
عمارؓ اور ان کے مان باپ کو گرفتار کر لیا اور کلمات کفر کہنے پر مجبور کیا یہاں تک کہ ان کے مان باپ
کو قتل کر ڈالا اور سکے بعد حضرت عمارؓ کو مارنا شروع کیا۔ عمار جب قریب بہ ہلاکت پہنچے تو جو کلمہ
وہ کہلوانا چاہتے تھے کہدیا۔ لوگوں نے جناب رسولیؐ اسے کہا کہ عمارؓ کا فرہو گئے اور حضرت
عمارؓ روئے ہوئے آپ کے پاس پہنچے آپ نے کہا عمارؓ کے گوشت پوست میں ایمان پیوست
ہو گیا ہے اور آپ نے خود عمارؓ کے آسوپونچے اور فرمایا عمارؓ مطمئن رہو اگر وہ لوگ پھر وہ کلمہ
کہلو میں تو کہدو۔

خوشحال اوس فرقہ کا بنی سکر ورنہ ہزاروں اور لاکھوں فرد اپنے دشمنوں کے خوف سے
تقیہ کے اصول پر عمل کر کے حضرت عمارؓ کی مصداق ہی۔ اور اس کی سختی ہوئی کہ خوف ظلم و ستم
اسی ایمان کے اخفا کی وجہ سے شرابے ہوئے رسول خداؐ کے سامنے حاضر ہوئے اور رسول خداؐ
ان کی دیکھ کر سنے اور ان کے پھر پیوست شہقت پھرینگے۔ اور ان کو ایمان کی بشارت
دینگے۔

کہان بن تہیہ سے انکار کریندے کیا وہ ایک فرد بھی اپنے کروہ سے عمارؓ کی شان میں شری
کر سکتے ہیں۔ اس کا جواب تو بس خسر الدینا والاخرۃ کے سوا اور کیا ہے لیکن کٹھ لالی کرے جسے لگو
کہہ سکتے ہیں کہ غلط فہمی پیدا کرنا کہیں ثواب اور کہیں عذاب میں ہو سکتا یا تو ثواب ہی ہو گا یا عذاب
میں اس کے جواب میں یہ پوچھو گھا کہ کیا انسان خون جانا عذاب سے یا ثواب۔ اس کا جواب ہی
ہو گا کہ لگ بھگ عہدہ جہاد میں یا خون بہا میں کسی کا خون بہا گیا ہو تو ثواب ہے اور اگر خون ناحق
ہے تو عذاب ہے۔ اسی طرح جتنے قصاص میں اگر وہ باقاعدہ جاری کئے جائیں تو وہ ثواب
ہونگے ورنہ عذاب۔ اسی طرح عورت سے قہارت کرنا ہے کہ اگر باقاعدہ ہے تو ثواب اور
سنت رسولیؐ۔ اور اگر عہدہ جہاد میں ہے تو ثواب اور اگر نہ عذاب۔ اسی طرح سورگ کا گشت کیا ہے

اور مردار کا کھانا ہے اگر باقاعدہ ہے یعنی حالت اضطرار میں کوئی کھائے اور اپنے کو بھارت
 ہی بچائے تو ثواب ہے اور اگر بلا ضرورت اور کسی طرف رغبت کرے تو حرام ہے جیسا کہ خداوند
 عالم قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخَنَازِيرِ وَمَا
 احْلٰ لَغَيْرِ اللّٰهِ فَضْلًا صُنْطَ غَيْرِ بَاغٍ وَلَا عَادَ فَلَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ اَنْتَ اللّٰهُ عَفُوٌّ رَّحِيمٌ
 یعنی اونے تو پھر بس مردہ جانور اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو سپرد وقت فحش خدا کے
 سوا کسی کا نام لیا گیا ہو حرام کیا ہے پس جو شخص مجبور ہوئے اور سرکشی و نیا دلی کر نیوالا ہو اور
 ان میں سے کوئی چیز کھائے تو اوپر گناہ نہیں ہے بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔
 اسی طور سے بیان اور اظہار خلاف واقعہ ہے کہ اگر کوئی شخص بغرض جلب نفع یا نقصان
 رسانی یا براۓ ظلم اس کا مرتکب ہو تو کاذب کہلائیگا اور مصداق لعنة اللہ علی الکاذبین
 کا ہوگا۔ اور اگر کوئی حالت اضطرار میں احقاق حق اور امتناع ظلم اور ہدایت کیلئے عمل میں
 لائے تو تقویہ کہلائیگا اور برتے والا اس کا نسل عمار کے اس بشارت کا مستحق ہوگا کہ رسول خدا
 گواہی دین کہ اسکے رگ و پے میں ایمان بھرا ہوا ہے۔ فَلِلّٰهِ الْحُجْمُ

الحجمل تقیہ کو مراد کذب دہی لوگ کہہ سکتے ہیں جو قتل فی الجہاد اور قتل بالقصاص
 کو قتل عمد یا خون ناحق کا مراد قرار دینگے اور قصاص کو ظلم۔ اور قتل عمد اور قتل جہادیت

اللّٰهُ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ

دفع المغالطہ (نمبر ۱)

عنوان بالا ایسا مشہور ہے و معروف ہے کہ ہر ایک مؤمن کی قلب پر نقوش ہے صلوات پر مبنی
 کا طریقہ ہی ہے کہ کتب اربعہ عموماً اس سے مزین ہیں۔ زیور آل محمد و نجیل المہبت (صحیفہ کمالہ)
 میں اسی طرح مرقوم ہے علماء اکابرین۔ فقہائے مقدسین کی کتب میں بھی اسی طرح سے منقول
 اور مسلمانوں کے روزنامہ ہی کلمات ہیں۔ اور سینکڑوں سال گزر گئے۔ اسی پر غلہ لگے
 چلا آتا ہے۔ کسی ملک میں جائے ہی سنائی دیکھا عہدات عالیات جہان سے مذہب حقہ
 اشاعت پر کی اشاعت ہوئی آئی ہے۔ وہاں بھی جاری ہے۔

کتابخانه وقف مصلحتیہ

لیکن

خطبہ پنجاب جو بد قسمتی سے نابہب جدیدہ کی کان ہے۔ کچھ عرصہ ہوا اس میں ایک جدید محقق شاہ پوری پیدا ہوئے تھے۔ انھوں نے ارشاد فرمایا کہ آل محمد "مین" علی "شامل" نہیں ہیں ہند اس کی ترمیم کر کے اپنے مریدوں کے کان میں بھونک دیا کہ اس طرح کہا کرو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پوچھو کہ آپ کے مرید جاہل اور دیہاتی ہیں شیخ قاف تک بھی درست نہیں۔ اس لئے صحیح کلمات زبان برجاری نہیں ہوتے رکھا "کا تلفظ ان کے لئے سیرھی کھیر ہے جوش میں بے تحاشہ صحیح اوتھتے ہیں" ہے فان "!! واہ واسبحان اللہ چہ خوش۔

محقق صاحب کی تحقیق ذوق قدر دانی کے لائق ہے۔ اور اس کے قدر دان ہمارے گاؤں کے گھار۔ فقیر۔ موچی۔ سنے اور چند سادہ لوح راجپوت جنگو حروف تہجی بھی صحیح یاد نہیں۔ پیدا ہو گئے۔ محقق صاحب تو نبی حسرات فی القبرات کے مصداق ہو کر لیکن آپ کی ذریات وہی مرغ کی ایک ٹانگ کے جاتے ہیں اہم نے ان کے مسائل مختصر عمر کی فہرست لکھ کر اپنے علمائے اعلام (کثر ہم اللہ امثالہم) کے قادی طلب کئے تھے ان حضرات نے کفر و ارتداد و محقق صاحب کا ثابت کیا۔ جسکی نقل اخبارات وغیرہ میں شائع کر دی تھی۔ اخبار اثنا عشری۔ رسالہ اصلاح۔ رسالہ البرہان میں تفصیل مسائل مختصر عمر قادی موجود ہے۔ یونین کے اصرار سے بننے مولوی سید محمد سلطین صاحب پروفیسر ہندو کالج وائیٹیر رسالہ البرہان کو بیان مدعو کیا تھا۔ انھوں نے براہ درودین شدت گریا میں رحمت فرمائی اور جم غفیر کے مورچہ میں مناظرہ کیا۔ مولانا مدوح نے محقق صاحب کا ناطقہ بند کیا کہ جبکا حال مختصر اخبار عشری میں چھپا تھا۔ تمام حاضرین جلسہ ہند و مسلمان۔ سکھ نے بالاتفاق محقق صاحب کی نسبت لائے ظاہر کی کہ ڈھول میں پول ہے۔

قبل اسکے کہ صلوة کے متعلق چند الفاظ معرض تحریر میں آئیں۔ ائمہ معصومین علیہ السلام کی چند احادیث کا بیان کرنا ضروری ہے جس سے تقلید اور تقلید پر کافی روشنی پڑتی ہے یہی مسائل دین کسی عالم و فقیہ سے پوچھنا چاہیے فرماتے ہیں۔

۱) عالم دین نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس امر سے بے پرواہ نہ ہو۔ کہ کیسا کپڑا پہنے ہوئے ہے۔
اعلیٰ ہے یا ذلیل و خسیس۔ پرانا ہے یا پھٹا ہوا۔ اور اسکی کوئی فکر نہ ہو۔ کہ کس پتھر سے پیٹ
بھرتا ہے۔ سوکھی روٹی یا آرد جو سے !!!

۲) عالم دین وہ ہے جو زلہ فی الدینا طالب آخرۃ۔ پابند طریقہ رسول ہو۔
۳) عالم دین وہ ہے جو صاحب سکینہ و وقار۔ نیک سر۔ قانع و خلاق سے ہے۔ پرواہ جتنا کیا
آتی ہی میں خوش۔ خلق سے کنارہ کش۔ تمام امور دنیا سے بے غم۔ تارک شہوات۔ آزاد
دنیا چھوڑ کر تمام شہور سے محفوظ و محترز تارک حسد۔

۴) عالم دین وہ ہے جو صاحب ساقی النفس و حافظ الدینہ۔ و مخالف المراء و تابع امر موالہ و غیرہ
صفت سے موصوف ہو۔

۵) ائمہ طاہرینؑ نے کوئی بتلا دی ہے۔ کھڑے۔ کھوٹے کا پرکھنا مفقہ کا کام ہے۔ ورنہ پیر خاص
است۔ اعتقاد ما بس است۔ تا تو نسل مشہور ہی ہے

۶) اہم محقق صاحب کے ارشاد کے بارے میں کچھ عرض کر رہے ہیں۔ کہ کیا آل محمدؑ میں ایسا لوگوں میں
علی بن ابی طالب و اخی نہیں ہیں۔ بلا شک و شبہ داخل ہیں۔ ذرا انصاف سے
غور فرمائیے۔

۷) جب آیت مبارکہ یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیا ازل ہوا تو لوگوں نے
پوچھا یا رسول اللہؐ کس طرح آپ پر درود بھیجن۔ فرمایا کہ کو۔ اللہم صل علی محمد
و آلہم لما صلیت علی ابراہیم و آلہ ابراہیم انک حمید مجید و بلاک علی محمد
و آلہ محمد لما بارکت علی ابراہیم و آلہ ابراہیم انک حمید مجید۔

۸) حضرت امام رضاؑ نے مجلس مامونین میں فرمایا کہ ضرور سب جانتے ہیں کہ جب تک کہ اہل بیت
ازل ہوئی تو کسی نے پوچھا یا رسول اللہؐ سلام کو تو پہنچنے جا اب اس کو کہہ دو کہ سلام آپ کے
اور میرے درمیان کہ کوئی سلام نہ پہنچا تو پوچھا کیا آیت میں اس کا جواب ہے کہ
کیا میں مامونین سے کہی کہ اگر کوئی سلام نہ پہنچا تو پوچھا کیا آیت میں اس کا جواب ہے کہ
میں سے کہہ دو کہ کوئی سلام نہ پہنچا تو پوچھا کیا آیت میں اس کا جواب ہے کہ

ہے کون شخص مراد ہے؟ علمائے کبار نے کہا۔ کہ "یسین" جناب محمد مصطفیٰ کا اسم مبارک ہے۔ آمین
کی کو شک نہیں ہے۔ فرمایا کہ خدا نے محمد و آل محمد کو اس سے ایک بزرگی دی ہے کہ اس کا
وصف کو کوئی نہیں پاسکتا ہے۔ مگر وہ شخص جس کو خدا نے عقل دی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔
کہ خدا نے تعالیٰ نے سوائے انبیاء کسی پر نہیں بھیجا ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سلام
علیٰ نبی فی العللین۔ فرمایا کہ سلام علیٰ ابراہیم سلام علیٰ موسیٰ و ہارون
اور آل پر نہیں بھیجا۔ بلکہ فرمایا سلام علیٰ آل یسین یعنی آل محمد (الہبیت)۔
(۳) اور علمائے عامہ نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ چنانچہ سفیان ثوری نے روایت
کی ہے منصور سے اور اسے مجاہد سے کہ عبد اللہ بن عباس نے فرمایا ہے کہ لغت یسری
میں یسین انسان کو کہتے ہیں۔ اور مراد انسان سے حضرت رسول خدا ہیں اور آل یسین
الہبیت ہیں۔ نیز سب بن نافع نے روایت کی ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے کہ جناب
علی مرتضیٰ سے سوال کیا گیا تھا۔ اسی آیت کے معنی سے۔ فرمایا کہ "یسین" محمد ہے اور آل
یسین ہیں!

(۴) جمیع اخبار و احادیث میں آل محمد آل طہ۔ آل سین۔ آل رسول۔ آل بی۔ آل ہما
سے مراد الہبیت علیہم السلام ہیں۔ کیونکہ آل و اہل ایک ہی بات ہے۔
(۵) جناب سرکارِ نبویؐ ابو الفضل الطہرانی جو ایک نامور فاضل و فقیہ جدید و مکمل بنظیر ابوبکر
بکاءہ! محقق زمانہ اس حدیث میں گزشتہ ہیں انھوں نے لفظ "آل" کے متعلق جو تحریر
فرمایا ہے۔ اس کو تبرکاً بجنسہ ان کے الفاظ میں یہاں یہاں رو کر تے ہیں
(فائدہ) اشتقاق "آل" از اول است۔ و جماعتی و کمال کسی گویند۔ بخت اول نشان
است۔ باکس۔ و اول بر سر وجہ است۔

(۱) اول جسمانی کہ عبارت از قرابت صوری و تولد بدنی است۔
(۲) اول روحانی کہ عبارت از تعلیم علوم و کسب فضائل و تخلق باخلاق کسی باشد۔
(۳) اول نوری کہ عبارت از اتحاد نور و وحدت سرخ ذات باشد۔ کا شرف افعال اول
قول حقیقی بنام ہے کہ مستحق ہر قسم اول باشد۔ بعد از یہ تقسیم تمام استحقاق

کمال کمال این صفات و تہمت این جہات را جزو ائمہ اثنا عشر علیہم السلام ندیدیم
اما انتساب صوری و تولد ظاہری کہ معلوم است۔

اما جہت ثانیہ کہ بحديث "انما مدینۃ العلم و علی بابہا" ثابت است
و اما حیثیت ثالثہ از حدیث شریف کنت انا و علی نوراً و کریمہ ذریۃ بعضہما من بعض
مشہود و ارباب الصاف میشود و بعضی اہلسنت کہ مطلق قرابت با عموم امت را آل دانستہ
اند از جادہ الصاف بیرون رفتہ اند۔ و لیس اول قارورہ کسرت فی الاسلام۔

و در بیون اخبار الرضا بابی عقد کردہ از برای نقل کلام سعادت فرجام حضرت امام رضا علیہ السلام
در مجلس امامون با علما و عامہ و تقریر بین آل و امت و آن باب بہت و سوم ازان کتاب است
و بہت طولی او با طالبان را محول بر اجتہاد کتاب مستطاب میکنم۔

ولی با ہمہ عصبیت و عناد خراسانی و تفسیر کبیر کلامی دارد کہ قریب بالصاف است میگوید
آل محمد "آنانند کہ امرشان آل باو میشود پس ہر کہ اول امرش باو شد و اکمل باشد
آل او باشد۔ و شک نیست کہ تعلق بین علی و فاطمہ و حسن و حسین و بین رسول اللہ صلی
اللہ علیہ و آلہ و سلم و این مطلب معلوم است بنقل تواتر۔ پس واجب شد کہ آنہا آل باشند
و این اختلاف کردہ اند و معنی آل بعضی گفتہ اند قارب اویند و قومی گفتند امت اویند۔

اما اگر گوئیم قرابت اویند پس ایشانند آل و اگر گوئیم ہستی ہستند کہ قبول دعوت کردند باز ایشان
آل ہستند پس بہر تقدیر ایشان آل ہستند اما جز ایشان خلل اختلاف است۔ و معایر نیست
تمام شد کلام خراسانی۔

و اما ہمین تقریب این حکم را در بقیہ ائمہ اثنا عشر علیہم السلام ملاحظہ میکنم۔
بیان الی سے روشن و واضح ہو گیا کہ جناب میر المؤمنین علیہ السلام سب سے اول۔ اور ہر سب سے
اول کی جہت سے سب سے مقدم داخل آل میں۔ باقی حضرات علیہم السلام ان کے بعد داخل
و شامل آل محمد میں۔ پس محقق شاد پوری کی ایجاد۔ ایجاد بندہ ہے۔ اور غلط محض ہے
جو کلام احمی و لغت عرب۔ اخبار و احادیث الہیہ۔ او عربی الیہ و غیرہ سے ناواقفیت اور
کم علمی کی جہت سے ناشی ہوا ہے جس شخص کو شعر الی عرب کے کلام پر جوہر امام علیہ السلام

و قیوم مدینۃ العلم و علی بابہا

ہیں) بخور حاصل ہے۔ اور اللہ علیہم السلام کی حضور میں مرانی وصال کا پڑھنا معلوم ہو گا اور
شعرا حضرت علیہم السلام کو "آل محمد" کے خطاب مستطاب سے مخاطب کرتے تھے وہ ایسے
بے سرو پا لبوا توں پوئیوں کا گانہ دھر سکتا ہے۔

(۷) سلطان محمد خدابندہ مقبہ اجماع تو نے (فرخندہ) ایک دن جامع سلطانیہ میں مجلس وعظ
کی شرکت فرمائی۔ واعظ فضیلت صلوٰۃ بیان کر رہے تھے سلطان نے ان سے پوچھا کہ دنیا
علیہم السلام کے اسمائے گرامی کے بعد اکی آل کا ذکر کیوں نہیں ہوتا۔ حالانکہ حضرت رسول خدا
کی آل کا ذکر ہوتا ہے۔ واعظ نے اس کا جواب باصواب نہ دیا۔ بعد اسکے خود سلطان نے
بیان کیا اور اس کا جواب مقبول دیا۔ یعنی وجہ یہ ہے کہ چونکہ دشمنان دین نے حضرت رسول خدا
کو "ابتر" کہا تھا۔ اس لئے خداوند سبحان نے انکو قطع النسل کیا۔ لیکن آل رسول پو یا فیوا کثرت
وزیادتی میں ہے۔

دھرم دگر ہے نہ کہ اور مل و مذاہب نسوخ ہو گئے۔ لیکن شریعت غرا و ملت بیضا اسلام کیلئے
نسوخ و زوال نہیں ہے۔ پس اس مذہب کا حافظ و گہبان لازمی تھا۔ کہ جو مطلع جمع کیا
و جزئیات ہو۔ اور بوقت ضرورت و احتیاج لوگ اسکی طرف راجع ہوں۔ اور وہ حافظ شریعت
عترت نبویہ و آل اطہار سے ہے۔ و نعم باقیل

بال محمد عرف الضوا سب وفا ابیائتم منزلی الحکم کتاب
وہم حج اللہ علی السبیل یا محمد و جید ہوا یستراب
اگر درخانہ کس است حرفی بس است (باقی پھر یہی)

راقم غلام علی خان۔ ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

اصلاح مولوی صدق حسین شاہ پوری کو تو سب جانتے ہیں وہ جاہلی تھے مگر اسکو کیا کیجیے

صلوٰۃ محمد و آل محمد میں شروع ہی سے یہ رخنہ پڑ رہا ہے حضرت پیغمبر رسول کا ایک ذکر کرتا ہے

اور خلیفہ دوم طعنہ دیتے ہیں کہ تو مکر قربت محمد نے کیا نفع دیا۔ یہ تو حال قاعد رسول کا اور بعد

انتقال کا اصل معلوم ہے کہ مہاجرین و انصار میں سے کچھ خلافت کبریٰ کے خلاف ہیں مگر وہ جلیل

بتائے توبت رسول کا محمد بن نبی صوفی اس غرض سے کمال رسول کو تکلیف پہنچے

آنحضرت پر درود و سلام پھونڈ دیتے ہیں اور خلیفہ ہیں۔

یہ سب تو اس وقت کا قصہ ہے جبکہ خلافت کی ابتدا ویم تھی۔ آج کیا ہے جو مولوی شاد اللہ ہوں یا مرزا قادیانی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کہتے حالانکہ صحیح بخاری کی حدیث دکھائی گئی۔ مگر جو عداوت اہلبیت طاہرین ان کے دل میں جاگزیں ہے وہ کسی طرح کم نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ کاد و اتفاق کی بہت مسلمانوں سے سلب ہو گئی خلافت پر مودہ ہے ہیں مگر کمان ٹپتی ہے۔ اہلبیت کی حق تعالیٰ کو ہی تیجہ ہے۔

برکتِ نقیبِ لدی

اگرچہ قوم نے اسکی قدروانی نہ کی جس سے جلدی عجم بھی تک ناتمام ہو صرف ۹۶ صفحہ تک چھپ کر آگئے سلسلہ بندی ہو گئے مگر درگاہ جناب احمدیت میں اسکی خدمت میں ایسی مقبول ہوئی کہ خود اہلسنت میں بہت سی افراد ایسی نکل رہی ہیں جو اب صحیح بخاری کو وہی درجہ دیتے ہیں جو معمولی کتب حدیث کو حاصل ہے حالانکہ اصح الکتاب بعد کتاب الباری صحیح بخاری کا لغزہ بڑے زور و زور میں اوڑھایا جاتا تھا۔

حال میں ایک مضمون مولوی عمر کریم صاحب رئیس سکی مسجد ائٹھ اخبار الفقہاء امرتسر میں شائع ہوا جو نہایت دلچسپ ہے کہونکہ نہ قصہ خلافت سے اسکو تعلق ہو نہ قصہ فک سے جسکے دیکھنے میں کسی کو تامل ہو ملاحظہ الفقہاء جلد ۱۱ مورخہ ۱۱-۲۴ شعبان ۱۳۸۵ھ

بخاری کی ایک حدیث پر صاحب فتح الباری کا اعتراض چونکہ مصنف فتح الباری صحیح بخاری اور امام بخاری دونوں مقلد شافعی المذہب تھے۔ اور کتاب بخاری بھی شافعی طرز کی احادیث کی ایک کتاب ہے۔ اسواسطے انھوں نے شرح مذکور میں بخاری کی ہر گزشتی ہوئی بات کو بنانے اور غلطی اور غرضٹوں کو امام بخاری کے موقع بے موقع درست کر دیا بیڑا اٹھالیا ہے اور اس بادہ میں جان کوڑ کر مٹا دیا اور پوری وکالت اپنی صرف کی ہے لیکن باوجود اسکے بھی چونکہ وہ ایک بڑے شخص اور محقق تھے۔ اور اس زمانہ کے لوگوں کی طرح بخاری پرست نہ تھے اسواسطے بعض موقع میں ان کو بھی بخاری کی غلطی کا اقرار کرنا پڑا ہے چنانچہ ذیل میں ہم ایک حدیث بخاری کی اور اس پر صاحب فتح الباری کا اعتراض نقل کرتے ہیں۔ جس سے ناظرین کو ہمارے بیان کی تصدیق

ہو جائیگی اور وہ یہ ہے۔

باب الاذان بعد الفجرین عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے: اخبرتی حفصة ان رسول الله كان اذا اعتكف الموزن للصبح وبدأ الصبح الم (بخاری مطبوعہ احمدی ص ۳۷ سطر اول)

اس حدیث میں لفظ اعتكف محل اعتراض ہے بخاری کے تمام رواہ اس کو اسی طرح روایت کرتے ہیں برخلاف اسکے امام مالک وغیرہ نے اس فقرہ کو اس طرح روایت کیا ہے: اذا اسكنت الموزن من اذان صلوة الصبح نظرہ کہ اس حدیث کے مضمون سے اعتكف کے لفظ کو کوئی مناسبت نہیں۔ مسکت کا لفظ جو امام مالک وغیرہ کی روایت میں ہی ذی ٹھیک ہے اور اسی اعتكف کے لفظ پر صاحب فتح الباری کا اعتراض ہے جسکو ہم ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔

(قوله اذا اعتكف الموزن للصبح) هكذا وقع عند جمیع مورس رواة البخاری وفيه نظر وقد استشكل كثير من العلماء ووجه بعضهم كما سيأتي والحديث في المطابع عند جميع رواة بلفظ كان اذا اسكنت الموزن من الاذان لصلوة الصبح ولكن رواه مسلم وغيره وهو الصواب (فتح الباری ص ۳۷ پ ۳)

یعنی اسکو بخاری کے رواہ سب اسی طرح روایت کرتے ہیں اور اس میں نظر ہے اور بہت علماء نے اسکو غلط ٹھہرایا اور بعض نے اسکی توجیہ کی ہے اور ربطا کے سب راوی اور سلم وغیرہ لفظ اذا اسكنت الموزن من الاذان لصلوة الصبح روایت کرتے ہیں اور یہی ٹھیک ہے۔

ناظرین یہ عبارت ہے: اوس کتاب کی جسکو وجہ بعد کتاب اللہ کے اصحیت کا دیا جاتا ہے اور یہ حدیث ہے علی شرط البخاری کی کہ جب کاؤ بکھڑا ہوتا ہے۔ اور یہ قابلیت علی ہے امام ابو حنیفہ صاحب کی کہ جسکو حدیث کے الفاظ کے معنی سمجھنے کی بھی دیات نہیں جو لفظ ملا اسکو آنکھ بند کر کے داخل حدیث کر دیا۔ معنی رکھتا ہو یا نہ۔ کس واسطے کہ راوی اون کے نزدیک مقبول اور ثقہ ہیں جو لوگ کہ امام ابو حنیفہ کے بعض استادوں اور شاگردوں کا صحیح نقشہ نکالتے ہیں وہ لوگ اگر اسکے عوض ہماری ان تحریرات کا جواب دیں تو اون کے واسطے زیادہ مفید ہوگا۔

اصلاح۔ مولوی محمد صاحب کی غرض چونکہ صرف اسقدر ہے کہ بخاری کی تقلید ثابت کریں اسلئے اس عبارت پر اختصار کیا اور نہ فتح الباری سے تو لفظ لفظ پر اعتراض نظر آتا ہے

قوله بامبالاذان بعد الفجر قال للزین بن المنیر قدّم المصنف ترجمة لاذان بعد الفجر
على ترجمة لاذان قبل الفجر فخالف الاتّيب الوجودی لان الاصل في الشرع
ان لا يؤذن الا بعد دخول الوقت قدّم ترجمة الاصل على ما تقدمت منه
یعنی زین بن منیر کہتے ہیں کہ بخاری نے اذان بعد الفجر کا باب پہلے باندھا اور قبل الفجر کا باب
اسکے بعد جو ترتیب وجودی کے بالکل خلاف ہے کیونکہ اصل شرع میں یہی ہے کہ اذان بعد
دخول وقت دیکھائے تو بخاری نے جو اس ترتیب کو اولاً تو اشارہ فرما دیا بعد ازاں
ابن بطال نے اس اعتراض کی طرف یوں اشارہ کیا ہے کہ ائمہ کے یہاں آئین اختلاف
نہیں ہو مگر آئین ضرورت اختلاف ہے کہ قبل فجر جائز ہے یا نہیں خود ابن حجر کہتے ہیں کہ ہم سمجھتے
ہیں بخاری نے ایسا اسلئے کیا کہ معلوم ہو قبل فجر جو اذان دیکھائی ہو اسکی غرض وہ نہیں ہوتی جو
بعد کو دیکھائی ہے۔

اب بتائے بخاری کی طرف داری میں ایسی ایسی حرفتیں کی جاتی ہیں کہ غارِ پڑھنے والا بھی بعد ازاں
بہنس دی تو خلافت میں کیا کچھ نہ دھیکامشتی کی ہوگی۔

جس غلطی کو مولوی عمر کریم صاحب نے دکھایا ہے اس کے ابن حجر بہت ہی تحریف علماء المحدث کو لکھتے
ہیں والحق ان لفظ اعتكف محرف من خط مسكت۔ لفظ اعتكف جو یہاں لکھا گیا ہے
تحریف ہے اور اصل میں مسكت تھا تعجب ہے کہ مولوی عمر کریم صاحب نے اس جملہ کو چھوڑ دیا۔

علمائے المحدث نے یہ بھی بتا دیا کہ یہ تحریف بعد کی نہیں ہے بلکہ خود استاد بخاری کی ہے وقد
اطلق جماعة من الحفاظ القول بان المحدثين من عبد الله بن يوسف شيخ بخاري
دیکھئے اس مضمون کو بھی دیکھ کر اذیہ المحدثین کچھ غیر آتی ہے یا نہیں کیونکہ یہ اعتراض کسی
شیعہ کا نہیں ہے جیسے عمر ازہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ بلکہ یہ اعتراض مولوی عمر کریم صاحب جنکے سنی
منفی ہونے میں تو المحدث کو عذر نہ ہوگا کیونکہ اکثر ملاقات بھی ہو چکی ہے۔

مناظرہ شیعہ سنی منعقدہ قصبہ کمران ضلع شیمشا
اول اول اسکی بنیاد
ہوئی کہ ایک شخص حلیہ
شاہ نامی سنی سبوح حافظ جماعت علی کا شاگرد ہے اس جگہ موضع سنگوالی قصبہ کمران

میں اس مطلب کا وعظ کتنا شروع کیا کہ شیعوں کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا کھانا پینا وغیرہ منع ہے بلکہ یہاں تک کہ یاد کہ جو دخت شیعوں کا لگا یا ہوا ہوا سکے سایہ میں بھی نہ بیٹھنا چاہیے۔ ان کا حق پانی بند کر دینا چاہیے بالخصوص کہ کھر کا فتویٰ بڑا دیا اور ساتھ ہی سنی بھائیوں سے اکل کرنا بھی شروع کر دیا جس سے شیعہ پیار سے سخت تکلیف میں پڑ گئے اور ساتھ ہی ناچر غشاہ نے علی الاعلان کہنا شروع کیا کہ شیعہ مناظرہ کر لیں۔ لیکن شیعوں نے لحاظ نزاکت زمانہ خاموشی اختیار کی اس پر حراغ شاہ نے یہ کہنا شروع کیا کہ شیعوں میں عالم ہی کوئی نہیں ہے بلکہ حافظ قرآن کا تو نام ہی نہیں آخر تک آمد بیگ آمد جب شیعوں کا ان سنیوں نے بھرپور ناچر غشاہ میں دم کرویا تو یہ بھی مناظرہ کیلئے تیار ہو گئے چنانچہ شرائط نامے طرفین سے تحریر کئے گئے شیعوں کی طرف سے جناب السید میر احمد شاہ صاحب اور سنیوں کی طرف سے اسی حراغ الدین رہ لکھے خبر لگی کہ آپ حراغ شاہ نے اپنا نام حراغ دینا لکھا ہے نے دستخط ثبت کئے حفاظ امن کیلئے فریقین نے درخواست گزار دی ۲۰ و ۲۱ مئی تاریخ مناظرہ مقرر ہوئی لیکن سنیوں نے چند ہندوؤں کی آرمین صاحب ڈپٹی کمشنر کو تارین وغیرہ دلو کر تقلیدِ مذلتہ مناظرہ سے فرار کر لیا تھا اور سوچیں مگر شیعہ کب چھوڑے تھے آخر پھر بالفاق فریقین کل تیار ہو گئی اور شیعوں کی طرف سے مولانا سکیم السید احمد شاہ صاحب راو لپنڈی اور جناب السید ڈاکٹر اکبر شاہ صاحب بکرات اور احسن المناظرین مولانا ابوالصفا جناب مرزا احمد علی صاحب فاضل امرتسری اور فرائض جناب حافظ احمد صاحب کوہاٹرا ساکن موجدانہ چیلانہ بکرات اور مولوی سید فضل حسین خواجہ صلاح بھیدی اور سنیوں کی طرف سے مولوی عبدالشکور سید انجم اور حراغ الدین اور مولوی مسعود احمد اور مولوی نواب دین اور مولوی نظام الدین اور قاضی مولوی فضل احمد وغیرہ وغیرہ دس مولوی صاحبان بلائے گئے اور سر عبدالحق صاحب پادری جالندھر بالفاق فریقین نصف مقرر ہو کر یکم مئی کی شام کو وارد کیے یہاں ہوئے ۲۰ و ۲۱ مئی تاریخ مناظرہ مقرر تھی مگر حکام کی طرف سے ایک ن مزید ترقی ہو جانے وجہ سے ۲۲ مئی تاریخ مناظرہ مقرر ہو گئے پایا کہ سنیوں کی طرف سے مولوی عبدالشکور صاحب مناظر اور شیعوں کی طرف سے مرزا احمد علی فاضل امرتسری مناظر مقرر ہوئے۔

موضوع بحث

اثبات ایمان ثلاثہ بذمہ سینان اور تردید بذمہ شیعیان۔ ”مسی کو ٹھیک پانچ آری سکول کے سامنے کا کاوڑا کے باغ میں جلسہ مناظرہ منعقد ہوا ایڈیٹر انجم نے ایمان ثلاثہ کے اثبات میں ان کتہم خیرامۃ اور وعدہ اللہ الذین امنوا منکوا الخ و ایچو مثل آیات قرآنیہ وغیرہ کو جو تحریری صورت میں یکم سولہ صفحہ تھی اور جو اشارہ اللہ گھر سے ہی پھر کر کے لائے تھے پیش کیا اور اسکی ایک نقل پادری کعبہ الحق ثالث کو اور ایک نقل مناظرہ شیعہ کو دی گئی اور بعد پڑھ کر سنا دی گئی اسکے جواب میں شیعہ مناظر نے ایک کاپی لکھ کر ایک نقل پادری کو اور ایک مناظرہ سنی کو دی اور بعد پڑھ کر سنا فی سارا کام ایک گھنٹہ میں کیا۔ اور آیات کا جواب بدین صورت دیا کہ خدا نے ان آیات میں وعدہ خلافت مومنین صاحبین کیلئے مخصوص کیا ہے لہذا پہلے ایمان ثابت کرو اور وہی موضوع بحث بھی ہو۔ کوئی بادشاہ بچانے سے ایمان دار نہیں ہو جاتا۔ خیر اسی طرح ایک ایک گھنٹہ وقت مناظرین کو ملتا رہا اور جلسہ روز اول بفضل خدا کام اور خصوصاً تھاکہ کی حسن انتظامی کے سبب بخیر و خوبی ختم ہوا۔ دوسرے روز ایڈیٹر انجم نے اپنی کمزوری کو محسوس کرتے ہوئے تحریری مناظرہ صاف صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ شیعہ صاحبان سوائے صحاح ستہ کے ہماری اور کسی کتاب کا حوالہ نہیں دے سکتے کہ پادری صاحب نے شیعوں کے مضمین اور مصنفین کو کاذب لکھ دین تو پھر ہم صرف صحیح سے ہی اپنا مطلب ثابت کرینگے تو پھر ایڈیٹر انجم نے ایک تلخ نگاہی وہ یہ کہ پادری صاحب نے شیعوں سے چار ہزار روپیہ بطور رشوت وصول کیا ہے لہذا ہم تحریری مناظرہ اسلئے نہیں کرتے کہ پادری صاحب خود بخود شیعوں کے حق میں ہی فیصلہ دیوینگے۔ گو اس بات کا پادری صاحب پر بڑا صدمہ ہوا۔ اگر کسی کو اس میں شک ہو تو پادری صاحب سے خط کے ذریعہ پوچھ لیں۔ مگر وہی مرغی کی ایک ٹانگ اگر ایڈیٹر صاحب حق دہا سکی کو ان کر ثالث کے فیصلہ کو ناطق تسلیم کرتے اور تحریری مناظرہ کو نہ ٹانگ تو انجم کے صفحات کسطح سیاہ کرتے چنانچہ چاروں پانچ نمبر کی تاریخیں اسی روز دیکھیں گذر گئیں اور مولوی عبد الشکور صاحب نے تحریری مناظرہ کرنا نہ مانا۔ آخر جب یہ سمجھا کہ اب اپنی سنی پائی ہی تحریری مناظرہ کیلئے مجبور کر لی تو دہرئی کی شام کو بذریعہ گاڑی موضع دوکوہا منتقل ہوا۔

چھاؤنی کو فرار کر گئے۔ ادھر شیعہ مولوی صاحبان بھی اس خیال سے دو کو ہا پھونکے کہ یہ
کوئی سمجھوتہ ہو جائے مگر افسوس کہ علماء شیعہ کے دو کو ہا پھونکنے سے صرف دو گھنٹہ بعد
اوپر انھیں مقتصد کھنڈ جالندھر ملو سے کی طرف چلے گئے جہاں شیعہ مناظر بھی اسٹیشن پر پھونکے اور
دونوں ملکر ایک گاڑی میں بیٹھے بغیر کہ شیعہ مناظر جناب مدیر انجم کو لکھنؤ بھیجا کرواپس ہونڈی
یہاں کا حال

لوگوں نے پادری عبدالحق صاحب شری جالندی سے مطالبہ شروع کیا کہ جو فریقین کے خارج
ہے آپ کے پاس میں ان پر ہی فیصلہ دو لیکن پادری صاحب نے جواب دیا کہ مجھے ناحق رشوت کا الزام
لگایا گیا ہے۔ لہذا آئندہ میں ایسے مناظروں میں سرگز نہ آؤں گا اور نہ فیصلہ لکھوں گا۔ بالآخر ان سے
کہا جاتا ہے کہ صرف ریو تو کم از کم شایع کر دیجئے۔ مگر پادری صاحب کہتے ہیں کہ چونکہ فریق سنی کو
میرا فیصلہ ریو و غیرہ منظور نہیں لہذا بے سود ہے۔ دیکھیے۔

والفصل ما شہدت بہ الاعداء

عنقریب انشاء اللہ شہر کے مصنف مزاج اہل ہندو صاحبان کی دستخطی تحریر روانہ کی جائیگی گوکہ محرم
عدم تعاون حصول سورج خلافت کمیٹی وغیرہ وغیرہ اولیٰ و اقسام کے موافق ہندوؤں
اس میں دیریش ہن مگر امید کہ بہت سے مصنف مزاج حق کے اظہار سے پہلوتی نہ فرماؤں گی
راقمان سید غلام عباس و چودھری محمد رمضان جعفری ساکنان قصبہ کیرمان
ضلع ہوشیارپور

اصلاح۔ دیکھیے خداوند عالم کب مسلمانوں پر رحم کرے کہ جو ان مقام سے بجاۃ اللہ اس عام تباہی
و قحط سالی میں شیطان ایسا سامان کر دیتا ہے کہ مومنین ناحق زیر بار ہستے ہیں مینوع میں مولوی عبد
صاحب کے سوا اور کوئی مولوی نہیں ہو جو ہر جگہ اس قسم کا فساد کرتے ہیں خدا اب سے بھی رحم کرے
اگر غور کیجئے تو جان فساد ہوتا ہی ایسے ہی بانیان فساد کی بدولت ورنہ فریقین کے بھگداریسے
نزاعات سے چشم پوشی کرتے ہیں۔

تعریف حیوان۔ لفظی لوگوں نے یہ تعریف کی ہے کہ حیوان جسم نامی حساس۔ متحرک بالارادہ
ہے اس تعریف سے حجر۔ شجر سب خارج ہو جاتے ہیں۔

مگر افسوس دفتر اصلاح ابلیس مجبور ہو رہا ہے کہ اس کو متحرک بالارادہ بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ سال گذشتہ تو والدہ مرحومہ کی علالت سے ہم اس درجہ پریشان رہے کہ پناہ بخدا اب اس سال کیا ہو گیا کہ اس سال کے دس مہینہ ختم ہوئے اور کوئی نمبر وقت پر نہ شائع ہو سکا۔

ملک ۱۲ سید گذشتہ کا ۲۲ ربیع الثانی کو روانہ ہوا اس جلد ۲۲ ۲۷ جمادی الاولیٰ کو اور ملت ۲۲ کو اور ملت ۱۲ اشعبان کو۔

۲۲ اس خیال سے بلا ویلورواتہ ہوا کہ قوم چندہ بذریعہ فی اور عنایت کرے کیونکہ جبری کرنا دقت پر لازم ہے جسکی فیس ۲ روپیہ تھی اور خریداروں سے ۲ فیس مئی اور لیا جاتا ہے غرض ۳۰ کا نقصان حالانکہ اگر مئی اور آتا تو مئی کی کفایت ہوتی نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۲ اشعبان سے بغایت ۱۲ رمضان یہ کارروائی نہ پوری ہو سکی کیونکہ ایک تو خرچ چار گونہ ہو گیا دوسرے یہ کہ ڈاکٹرنہ مین وقت پر ٹکٹ نہیں ملتا ۸۰۸ روز کے مطالبہ پر ٹکٹ ملتا ہے۔

اور ہر مصیبت کہ محروم دفتر دو دو بیاد میں جب سے اس وقت تک دفتر میں نہ آسکے اب کام کرے تو کون غرض اب یہی حالت ہے کہ کوئی کام ہمارے ارادہ سے نہیں ہوتا نہ معاون کہ تک یہ حال رہیگا خیال تھا کہ تا وہ مین الوسی شائع کریں گے جسکے ۳۲ صفحہ تک چھپ چکے ہیں مگر اتفاقاً کاغذ کم ہو گیا جس سے مجبوری ۳۵۵ علیحدہ شائع کرنا پڑا۔

اوپر طرہ یہ ہوا کہ روشنائی ایسی خوابانی ہے کہ کسی طرح ایک سلسلہ سے کام نہیں ہو سکتا دو دو تین تین مرتبہ پھر بنا پڑتا ہے تب جا کر ایک پھر چھپتا ہے۔

بہر حال ان حالات کے ظاہر کرنا مقصود یہ ہے کہ جو حضرات غفلت کا الزام لگاتے ہیں وہ سمجھیں کہ ہم اپنے مکان بھر کوئی دقیقہ اٹھانہیں رکھتے مگر مقدار نصف مجبوری ہے کہ چونکہ اس وقت اس قدر مضبوط ہے کہ دو کاپی نویس ملازم ہیں اور دو پریس چل رہے ہیں چھ آدمی ملازم ہیں مگر ان سب باتوں کے ساتھ ایک آدمی کا بھی کام نہیں ہوتا دعا فرمائیے کہ خدا ہم کو قوم سے سچ رو کرے۔

عرصہ سے اعلان کر رہے ہیں کہ مہینہ مین الوسی شائع ہو گا مگر مہینہ مین بھی لاوکی نوبت نہیں آئی حالانکہ ۳۲ صفحہ چھپ چکا ہے۔

مناظرہ امروہم کے نسبت ہو نہیں سکتا اصل یہ ہوا کہ ہم نے سیرائے متعلق شائع کیا جاتا ہے اور

ہم کو سب مضامین کا جواب دینا ضروری ہے کہ سکتے کہ آئندہ یہ سلسلہ جاری رہیگا۔ والسلام ملکہ رمضان بن یونس بن یوحنا۔ اس پر کام بند ہو گیا۔



